خدا تعالیٰ نے ہر انسان کو اپنا عبد اور اپنی صفات کا مظہر بننے کے لئے پیدا کیا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲؍دسمبر ۱۹۷۸ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

گزشتہ جمعہ پر میں نے شفاعت کے متعلق ایک مختصر تمہیدی خطبہ دیا تھا جس میں میں نے بعض بنیادی باتوں کی طرف اشارہ کیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ آج میں اس مضمون کو ختم کر دوں گا لیکن اس کے بعض حصے دقیق ہیں اور انہیں سمجھانے اور ان کی گہرائیوں، وسعتوں اور رفعتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے عام فہم الفاظ میں ادا کرنے پر شاید کچھ زیادہ وقت لگے اس لئے میں ذہنوں کو تیار کرنے کے لئے آج پھر تمہیدی خطبہ ہی دینا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا کی تو انشاء اللہ جنوری کے دوسرے خطبہ میں پھر اس مضمون کو لوں گا اور اس وقت زیادہ تفصیل کے ساتھ شفاعت کی حقیقت اور اس کی اہمیت اور اس سلسلہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی عظمت اور آپ کے مقام پر جسے ہم مقام محمدیت کہتے ہیں روشنی ڈالوں گا۔

پہلی بات جو میں آج کہنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نہایت درجہ تقدس اور عظمت کے مرتبہ پر ہے۔ اس نے سب جہانوں کو پیدا کیا اور وہ ان کا خالق و مالک ہے۔ وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ ازل اور ابد، یہ دو لفظ زمانے کا جو مفہوم ہمارے ذہن میں ڈالتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق صحیح تصور پیش نہیں کرتا کیونکہ خدا تعالیٰ کی ذات زمانہ سے بالاتر ہے اور زمانہ اس کی مٹھی میں اسی طرح ہے جس طرح کہ اس کی دوسری مخلوق لیکن ہم ایک

دوسرے کو سمجھانے کے لئے ایسے محاورے استعمال کرتے ہیں جن کی ہماری زبان متحمل ہو سکتی ہے اور خدا تعالیٰ کی محض تشبیہی صفات ہی نہیں ہیں یعنی ایسی صفات جن کے متعلق انسان کو یہ کہا گیا ہے کہ تم ان صفات میں خدا تعالیٰ کا مظہر بنو، خدا تعالیٰ نے انسان کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تشبیہی صفات چڑھا سکتا ہے۔

اس وقت جو بات میں بتا رہا ہوں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ہمیں بتایا اور جس عظمت اور جلال اور تقدس کی ہمیں معرفت عطا کی اس کو دیکھتے ہوئے ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نہایت درجہ تقدس اور عظمت اور جلال کے مرتبہ پر ہے۔ اس کے برعکس انسان نہایت درجہ ظلمت اور معصیت اور آلودگی کے گڑھے میں ہے اور جہاں تک انسان کی اس کمزوری اور خدا تعالیٰ کی اس عظمت کا تعلق بوجہ فقدانِ مناسبت اور بوجہ نہ ہونے مشابہت کے انسانوں کا عام طبقہ اس لائق نہیں کہ وہ براہِ راست ان صفات کا مظہر بنے لیکن خدا تعالیٰ کی اس کے علاوہ اور بھی صفات ہیں جنہیں ہم اسلام کی اصطلاح میں تنزیہی صفات کہتے ہیں اور جہاں تک تنزیہی صفات کا تعلق ہے ان میں کوئی بھی خدا تعالیٰ کا مظہر نہیں بن سکتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی تشبیہی صفات کے مظہر اتم تھے یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کے عکس کامل تھے اور خدا تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ میں نے جتنی طاقتیں انسان کو دی ہیں انسان اگر چاہے اور خلوص نیت سے کوشش کرے تو ان سب طاقتوں پر وہ خدا تعالیٰ کی کسی نہ کسی صفت کا رنگ خدا تعالیٰ سے فیض پا کر مرتبہ نجات کا حاصل کر لے۔ مناسبت اور مشابہت کے اس فقدان کی وجہ سے باوجود اس کے کہ انسان کو وہ قوتیں اور استعدادیں دی گئی ہیں جن کے صحیح استعمال کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا رنگ خدا کی رحمت اور اس کی مہربانی سے انسان کی صفات پر چڑھ جاتا ہے پھر بھی جہاں تک عوام کا تعلق ہے ان کے لئے بہت مشکل ہے کہ ان قوتوں اور استعدادوں کے ہوتے ہوئے بھی وہ براہ راست خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کر سکیں اور اس کے فیض کو پا سکیں اور نجات حاصل کر سکیں۔ اگر یہ بات آپ کے ذہن میں آ گئی ہے تو اگلی بات بھی آپ کے ذہن میں آ جائے گی۔ ایک طرف خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کا جلال اور اس کا تقدس نہایت درجہ پر ہے اور وہ نہایت درجہ بلند اور شان والا

ہے یا جو لفظ بھی آپ کی زبان میں ہے وہ استعمال کر لیں اور اس کے مقابلہ میں انسان باوجود ایسی فطرت رکھنے کے کہ وہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے اور اس کے فیض سے حصہ پا سکتا ہے اپنی نالائقیوں کی وجہ سے اور فقدانِ مناسبت اور مشابہت کی وجہ سے براہ راست خدا تعالیٰ سے فیض پانا اس کے لئے بہت مشکل ہے۔ وہ براہ راست نہیں پا سکتا اس لئے رحمت الٰہی نے یہ تقاضا فرمایا کہ نوع انسان اور اللہ تعالیٰ میں بعض افرادِ کاملہ جو اپنی فطرت میں ایک خاص فضیلت رکھتے ہوں درمیانی واسطہ ہوں۔

اگرچہ خدا تعالیٰ نے سب انسانوں کو ہی اپنا عبد بننے، اپنی صفات کے جلوے ظاہر کرنے اور اپنے دائرۂ استعداد میں اپنی صفات کا مظہر بننے کے لئے پیدا کیا ہے لیکن سب انسانوں کا دائرہ استعداد ایک جیسا نہیں ہے کسی کا دائرہ استعداد چھوٹا اور تنگ ہے اور کسی کا دائرۂ استعداد بڑا اور بہت وسیع ہے۔ اس لئے انسانوں میں سے بعض ایسے وجود ہیں جو اپنی فطرت میں ایک خاص فضیلت رکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ایسے انسانوں کو چنا اور ان کی قوت اور استعداد اور ان کی فطرتی طاقتوں اور ان کے دائرہ استعداد کے مطابق ان پر اپنی رحمتوں کو نازل کیا اور ان کی زندگی میں خدا تعالیٰ کی صفات کے جلوے ہمیں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں جیسے کہ انبیاء کا وجود ہے، اولیاء کا وجود ہے، قطب ہیں، مجددین وقت ہیں۔ اپنے اپنے دائرہ کے اندر انہوں نے خدا تعالیٰ کے فیوض کو زیادہ حاصل کیا اور خدا تعالیٰ کی رحمت کی بارش ان پر زیادہ برسی اور خدا تعالیٰ کے قرب کی راہیں ان پر زیادہ کھلیں اور خدا تعالیٰ کے وصال کو انہوں نے زیادہ شان کے ساتھ حاصل کیا۔ خدا تعالیٰ نے یہ انتظام کیا کہ اس قسم کی فطرت رکھنے والے افراد کاملہ کو وہ درمیان میں ایک واسطہ بنائے اور ان کی اتباع کر کے اور ان کی نقل کر کے اور ان کے نمونہ پر چل کر اور ان کی بتائی ہوئی اور ان کے وجود سے روشن شدہ راہوں کو اختیار کر کے انسان خدا تعالیٰ کے قرب کو حاصل کریں اور اپنی زندگی کے مقصد کو پالیں۔

یہ لوگ جن کو دوسروں کی نسبت زیادہ کمال اور فضیلت حاصل ہے ان کو یہ فضیلت دو جہت سے حاصل ہے۔ ایک اس جہت سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان صاحبِ فضیلت لوگوں مثلاً انبیاء وغیرہ کی فطرت کو ایسی صفات سے بڑا حصہ دیا کہ جن سے وہ خدا تعالیٰ کے پیار کو دوسروں

کے مقابلہ میں بہت زیادہ حاصل کرسکیں۔ ان صفات کو ہمارے محاورہ میں صفاتِ لاہوتی بھی کہتے ہیں۔ ان لوگوں کی فطرت نے کچھ حصہ صفاتِ لاہوتی سے لیا اور کچھ حصہ ان کی فطرت میں یہ تھا کہ وہ فیض جو وہ خدا تعالیٰ سے حاصل کریں اس کو آگے نچلی طرف دوسرے بندوں تک بھی پہنچائیں جو کہ اپنے طور پر ان فیوض کو حاصل نہیں کرسکتے تھے۔ ان صفات کو صفاتِ ناسوتی کہا جاتا ہے۔ ایسے انسان دوسروں سے ایک خاص امتیاز رکھتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کیونکہ وہ ایسے انسان ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے نبی بنایا۔ وہ دو جہت سے خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ ایک اس جہت سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں زیادہ قربانیاں دیں۔ اس سے زیادہ پیار کیا اور اس کے پیار کو حاصل کرنے کے لئے زیادہ جدوجہد کی۔ ان کی روح پگھلی اور آستانۂ الوہیت پر بہہ نکلی اور خدا تعالیٰ نے ان کے اخلاص کو اور ان کے ایثار کو دیکھ کر ان کو اپنے پیار سے حصۂ وافر عطا کیا اور دوسرے اس جہت سے کہ جب انہوں نے خدا تعالیٰ کے اس پیار کو حاصل کیا تو ان کے اندر ناسوتی صفات بھی پائی جاتی ہیں وہ اس بات پر ٹھہرے نہیں کہ الحمد للہ ہمیں اپنے خدا کا پیار مل گیا اور اس کی رضا کی جنتیں مل گئیں۔ ان کی تسلی نہیں ہوئی وہ یہاں ٹھہرے نہیں بلکہ ان کے دل میں ایک بڑی آگ لگی کہ جس طرح ہم نے خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کر کے اس کی برکتوں اور رحمتوں کو پایا ہے ہمارے جیسے دوسرے بھائیوں کو بھی جو ہم سے کم طاقتوں اور استعدادوں والے ہیں خدا تعالیٰ کے اس پیار سے حصہ ملے اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کا جلال ظاہر کرنے کے لئے جوش دیا گیا ہے۔ انہوں نے خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کی خود بھی معرفت حاصل کی اور ان کے دل میں یہ جوش پیدا ہوا کہ دوسرے بندے بھی خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال اور اس کی بزرگی اور اس کی پاکیزگی کا عرفان حاصل کریں۔ پس ان لوگوں کو خدا تعالیٰ کا جلال اور عظمت ظاہر کرنے کے لئے ایک جوش دیا گیا ہے اور دوسری جہت سے ان کو یہ جوش بھی عطا کیا گیا ہے کہ وہ بنی نوع انسان سے ہمدردی کریں اور ان دونوں جوشوں میں ان میں دوسروں کی نسبت اتنا فرق ہے کہ وہ ایک ممتاز حیثیت اور فضیلت رکھنے والے ہیں۔

یہ بھی یاد رکھنے والی بات ہے کہ وہ لوگ جو انسانوں میں سے ممتاز گروہ ہے ان کے بھی

مختلف مراتب ہیں مثلاً انبیاء کو لے لیں۔ حضرت آدم سے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک کہتے ہیں کہ ایک لاکھ بیس ہزار یا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اس آدم کی نسل سے دنیا میں پیدا ہوئے۔ وہ سارے انبیاء ایک مرتبہ اور ایک فضیلت رکھنے والے اور ایک قسم کے کمالات رکھنے والے نہیں تھے بلکہ کوئی کم درجہ کے تھے اور کوئی بڑے درجہ کے فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (البقرۃ:۲۵۴) بعض بعض پر فضیلت رکھنے والے تھے اور بعض پر بعض دوسروں کو فضیلت تھی اور ان کا درجہ کم تھا اور آخر میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آئے جو تمام انبیاء سے بڑھ کر تھے اور ہر دو لحاظ سے اکمل تھے یعنی خدا سے پیار کرنے میں بھی کوئی نبی آپ کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور خدا کا پیار حاصل کرنے میں بھی کوئی نبی آپ کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ جو پیار محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے رب سے حاصل کیا اس کی جو تھوڑی سی جھلک ہم عاجز انسانوں کو نظر آتی ہے وہ بھی اتنی عظیم ہے کہ اگر سارے انبیاء کو اکٹھا کر دیا جائے تو ان میں بھی ہمیں وہ نظر نہیں آتی اور پھر جو لوگ آپ کے عکس کامل بنے وہ بھی بڑی عظمتوں والے تھے۔ بہرحال میں یہ بتا رہا ہوں کہ یہ جو ممتاز اشخاص ہیں ان کا بھی ایک مرتبہ نہیں ہے بلکہ فطرتی فضائل میں کوئی اعلیٰ درجہ پر ہے اور کوئی اس سے کم درجہ پر اور کوئی اس سے کم درجہ پر۔ لیکن نوعِ انسانی کے مقابلہ میں بہرحال یہ ایک ممتاز گروہ ہے جن کے دل میں ایک طرف خدا تعالیٰ کی محبت کا جوش بہت زیادہ پیدا ہوا اور دوسری طرف ان کے دل میں یہ جوش پیدا ہوا کہ دوسرے نوع انسان بھی (جن کے ساتھ پہلے انبیاء کا تعلق تھا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق نوعِ انسانی سے قیامت تک ہے) خدا تعالیٰ کے پیار کے جلوے دیکھیں اور ان پر بھی خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال ظاہر ہو۔ یہ ہمدردی کا جوش ہے۔ ان کے دل میں ایک بے چینی پیدا ہوئی لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (الشعراء:۴)۔ یہ بخع کی حالت، یہ تڑپ، یہ بے چینی ہر وقت ان کے دل میں اس وجہ سے ہے کہ دوسرے لوگ خدا تعالیٰ کے پیار سے محروم کیوں ہیں۔ ایک ہی تو نعمت ہے انسان کی اس زندگی میں اور وہ خدا تعالیٰ کا پیار ہے اور یہ لوگ اس سے محروم ہیں۔ بہرحال یہ ممتاز گروہ بھی اپنے فطرتی فضائل میں برابر نہیں بلکہ ان میں سے کوئی اعلیٰ درجہ پر ہے اور کوئی اس سے کم اور کوئی اس سے کم۔

یہ دو جوش جن کا میں نے ذکر کیا ہے یعنی انسان کی فطرت کا یہ تقاضا کہ اس کا تعلق اپنے پیدا کرنے والے رب کے ساتھ قائم ہو اور اس کی فطرت کا یہ تقاضا کہ وہ دوسروں سے ہمدردی کرنے والا، ان کی خیر خواہی کرنے والا اور ان کی خدمت کرنے والا ہو ان کے متعلق قرآن کریم نے یہ اعلان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدائش آدم کے وقت سے ہی یہ دو نمایاں خاصیتیں انسان کی فطرت میں پیدا کر دی تھیں۔ چنانچہ آدم کی پیدائش کے متعلق قرآن کریم میں آیا ہے۔ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (الحجر:۳۰) خدا کہتا ہے کہ جب میں آدم میں اپنی روح پھونکوں یعنی آدم کی روح کو ایسا بناؤں کہ اس کے قویٰ پر میری صفات کا رنگ چڑھ سکے اور وہ میرا مظہر بن جائے اور جس حد تک نوع انسان مظہر صفاتِ باری بن جائیں اس حد تک ان میں سے ہر ایک کی روح خدا تعالیٰ سے جو کہ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (النور:۳۶) ہے مشابہت اختیار کرے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ یہ تعلق فطری ہے اور انسان کے دل میں اپنے رب کریم سے پیار پیدا کیا گیا ہے اور سب سے زیادہ پیار محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے کیا۔ اس واسطے انسانی فطرت کے لحاظ سے آپ کامل انسان ہیں۔ کسی اور انسان نے اپنے اس کمال کو ان رفعتوں تک نہیں پہنچایا جن رفعتوں تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یعنی خدا تعالیٰ کے پیار کو پہنچایا۔ یہ تو ہے بالا ہستی سے پیار، بالاترین ہستی، صاحبِ عظمت وجلال ہستی جن سے بڑی ہستی کوئی تصور میں نہیں آ سکتی اس کے ساتھ محبت اور لگن اور پیار اور اس سے تعلق کے لئے طبیعتوں میں ایک Urge اور جوش اور دوسری طرف بنی نوع انسان سے ہمدردی ہے۔ یہ بھی خدا تعالیٰ نے پہلے دن سے انسان کے اندر رکھی۔ انسان کی فطرت میں یہ پیدا کیا کہ اپنے بھائیوں کی ہمدردی تیرے دل میں ہونی چاہیئے اور ہے یعنی اس کی فطرت میں یہ مادہ ہے کیونکہ فرمایا وَ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا (النسآء:۲) کہ خدا تعالیٰ نے آدم کا جوڑا، اس کا ساتھی (اسے حوا کہہ لو) آدم کے وجود سے پیدا کیا اس کا گوشت آدم کی ہڈی سے بنا۔ وہ ایک بن گئے اتنا تعلق ہے، یہ دوسرا تعلق ہے۔ پس اس کے اندر اپنے ساتھی کے لئے انس اور ہمدردی اور پیار اور غمخواری پیدا کی اور ضرورتوں کے وقت ان کے کام آنا ان کی خدمت کرنا، بے لوث خدمت یہ چیز خلق آدم کے وقت خدا تعالیٰ نے

فطرتِ انسانی کے اندر پیدا کی وَ خَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا۔

غرض خدا تعالیٰ نے پہلے دن سے ہی پیدائش آدم کے وقت سے ہی انسانی فطرت کو دو پہلوؤں سے خوبصورت بنایا۔ ایک اس پہلو سے کہ اس کی فطرت میں یہ رکھا کہ وہ اپنے مولیٰ سے اپنے رب سے پیار کرنے والا ہو۔ اپنی استعداد کے دائرہ کے اندر ترقی کرے اور اس پیار کو بڑھائے اور خدا تعالیٰ کے پیار کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرے۔ انسان تو بہرحال محدود ہے لیکن خدا تعالیٰ غیر محدود ہے۔ خدا تعالیٰ کو مدنظر رکھتے ہوئے کہیں ایسا مقام نہیں آ سکتا کہ ہم کہیں کہ انسان نے تو آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن خدا تعالیٰ اور زیادہ پیار نہیں دے سکا۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اس کے خزانے تو غیر محدود ہیں۔ اس لئے کہا کہ جس حد تک تم اس کے پیار کو حاصل کرنے کی خلوص نیت کے ساتھ اور مقبول اعمال کے ساتھ کوشش کرتے چلے جاؤ گے اس حد تک خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرتے چلے جاؤ گے۔ پھر دوسری طرف پہلے دن سے، آدم کی خلق کے وقت سے اس میں یہ رکھا کہ وہ اپنے ساتھی سے پیار کرے۔ دو علیحدہ علیحدہ چیزوں کا ملاپ نہیں کیا (جس طرح کہ اب یہاں بھی شروع ہو گیا ہے کہ امریکہ کے لڑکے اور پاکستان کی لڑکی کا ازدواجی رشتہ قائم ہو گیا) بلکہ آدم کے اپنے گوشت پوست سے عورت بنی اور پہلے دن سے ہی اس کی فطرت میں اپنے زوج، اپنے ساتھی، اپنی بیوی کا پیار رکھا گیا ہے۔ اسی واسطے اسلام نے کہا ہے کہ خَيۡرُكُمۡ خَيۡرُكُمۡ لِاَهۡلِهٖ (سنن ابن ماجہ کتاب النکاح) جس نے فطرت کے اس پہلے تقاضے کو پورا نہیں کیا وہ دوسرے بنی نوع انسان کے ساتھ بھلائی اور نیکی کیسے کرے گا۔ یہ میں ضمناً بات کر رہا ہوں کہ بڑی ذمہ داری ہے انسان پر کہ اپنی بیویوں کے ساتھ بھلائی اور نیکی کرنی ہے ان کے لئے خیر کا موجب ہونا ہے ان کو ستانا نہیں اور تنگ نہیں کرنا اور ان کے لئے کام کرنا ہے، اپنے لئے ان سے کام نہیں لینے۔ بہت سی بدعتیں دنیا میں پیدا ہو چکی ہیں ان سے بچنے کی طرف میں آپ کو توجہ دلا رہا ہوں۔

اب میں ذرا مختصر کر کے اسے پھر دہراتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اس کی فطرت میں اپنے رب سے تعلق پیدا کیا کیونکہ اس میں اپنی روح پھونکی۔ اس کی فطرت کو ایسا بنایا کہ اس کی ساری استعدادیں اور طاقتیں خدا تعالیٰ کی صفات کا رنگ اپنے اوپر چڑھا سکتی

ہیں اور پھر بنی نوع انسان کے ساتھ پیار کا تعلق فطرتی طور پر انسان کے اندر رکھا اور خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنا عبد بننے کے لئے پیدا کیا لیکن اس دنیا میں مراتب اور استعدادوں کے دائروں میں بڑا فرق ہے۔ ہر شخص اپنا دائرہ استعداد لے کر اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے جیسا کہ وہ اپنی شکل لے کر پیدا ہوتا ہے اور انسانوں میں سے ایک ایسا گروہ ہے جن کو خدا تعالیٰ نے بہت وسیع دائرۂ استعداد دیا ان کو اپنی قوتوں کی نشوونما کی توفیق عطا کی اور ان کے لئے سامان پیدا کئے اور پھر ان کو اپنی رحمتوں سے نوازا اور ان کو دوسروں کے لئے نمونہ بنایا۔ جب ہم کہتے ہیں کہ خدا اور بندے کے درمیان واسطہ ہے تو وہ واسطہ نمونہ ہے، یہ نہیں کہ کوئی ان کے نمونے پر عمل کرے یا نہ کرے انہوں نے انگلی پکڑی اور خدا تعالیٰ کے دربار تک پہنچا دیا۔ یہ ہمارا عقیدہ نہیں ہے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ سارے انبیاء اپنی قوموں کے لئے نمونہ بنے کہ دیکھو اس طرح میں نے اپنی ساری طاقتوں اور ساری استعدادوں کو خدا کے پیار کے لئے خرچ کیا ہے جن راہوں پر میں چلا ہوں ان پر تم بھی چلو تو خدا تعالیٰ کے پیار کو پالو گے۔ وہ اس پیار کو پاسکتے ہیں جو ان کے نبی نے پایا لیکن نبی نبی میں فرق ہے۔ شارع نبیوں میں بھی فرق ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرنے والا خدا تعالیٰ کی اس محبت کو پاسکتا ہے جس محبت کو موسیٰؑ نے پایا لیکن موسیٰ کی شریعت پر عمل کرنے والا خدا تعالیٰ کی اس محبت کو نہیں پاسکتا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پائی۔ اس لئے کہ جس نے موسیٰ کے نمونہ کو اختیار کیا اور ان کی اتباع کی وہ اس مقام سے آگے تو نہیں نکل سکتا جہاں تک موسیٰ پہنچے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو خدا سے یہ خواہش کی تھی کہ مجھے وہ جلوہ دکھا دے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تیرے پیار کا ہونے والا ہے تو خدا تعالیٰ نے اس سے ایک نچلا جلوہ دکھایا تھا اور اس کی بھی ان کو برداشت نہیں تھی۔ چنانچہ قرآن کریم کہتا ہے کہ وَ خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا (الاعراف:۱۴۴) لیکن امت محمدیہ پر یہ دروازہ کھولا گیا ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چل کر اس پیار کو حاصل کر سکتے ہو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے حاصل کیا۔ اتنا نہیں لیکن اس قسم کا حاصل کر سکتے ہو۔ اتنا اسلئے نہیں کہ جتنا پیالہ ہوگا اتنی ہی چیز اس میں آئے گی جتنی استعداد ہوگی، اس کے مطابق ہی خدا تعالیٰ کا پیار حاصل ہوگا لیکن کیفیت کے لحاظ سے جس قسم کا پیار محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے

حاصل کیا اسی کیفیت کا پیار آپ کی اتباع کرنے والا بھی اگر اس کے اعمال خداتعالیٰ کی نگاہ میں مقبول ہوجائیں تو خداتعالیٰ سے حاصل کرسکتا ہے۔ یہ معنی ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے۔ شَفْعٌ جو شفاعت کا مصدر ہے اس کے معنی ہیں اس جیسا ہوجانا، زوج بن جانا۔ پس جب خداتعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کیا تو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا ہوجائے گا یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ خداتعالیٰ اس سے پیار نہ کرے اور اس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہمیشہ ہی کامیاب ہے یہ نہیں کہ آپ کی کوئی شفاعت منظور ہوجائے گی اور کوئی منظور نہیں ہوگی بلکہ اس معنی کے لحاظ سے جو میں آپ کو بتا رہا ہوں آپ کی ہر شفاعت منظور ہوگی کیونکہ ہر وہ شخص جو اسوۂ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے اور اس کے اعمال مقبول ہوتے ہیں اور اس کی صفات پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کا رنگ چڑھ جاتا ہے جو کہ خداتعالیٰ کی صفات کا رنگ ہے تو جو شخص خدا کے قریب آ گیا اور پاک ہوگیا اور مظہر بن گیا خداتعالیٰ اس سے پیار کرے گا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ خدا کسی کو کہے کہ ہے تو تو پاک اور پاکیزہ اور تیرے اعمال مقبول بھی ہیں لیکن میں تجھ سے پیار نہیں کرتا، ہماری عقل اسے نہیں مانتی۔ پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر لحاظ سے اکمل اور کامل ہیں اور شفیع ہونے کے لحاظ سے بھی کامل ہیں اور آپ امت محمدیہ کو ایسے مقام تک لے گئے جہاں کوئی اور نبی نہیں لے جاسکتا۔

میں نے بالکل سادہ الفاظ میں آج اس مفہوم کو ادا کیا ہے۔ کچھ زیادہ گہرائی میں جا کر میں ایک اور خطبہ دینا چاہتا ہوں تا کہ شفاعت کے مسئلہ کا صحیح مفہوم سامنے آجائے کیونکہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شفاعت کا مطلب ہے کہ بس ہم نے یہ اعلان کردیا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور اب ہماری کوئی ذمہ داری نہیں ہے اپنے اعمال کو درست کرنے کی، ان پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ چڑھانے کی، جن راہوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلے ان راہوں پر چلنے کی اور خداتعالیٰ کی راہ میں اس قسم کا ایثار اور قربانی پیش کرنے کی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کی۔ بس صرف یہ کہہ دینا کافی ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور اس کے بعد عملی زندگی میں چاہے ہم شیطان کا رنگ ہی چڑھا لیں لیکن ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت مل جائے گی۔ یہ مسئلہ اسلام نے نہیں بیان کیا ہماری جماعت کو اسے سمجھنا چاہیئے۔

یہ صحیح ہے کہ جس مقام ارفع تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں سے لاکھوں کروڑوں امتیوں کو لے گئے اس کے دروازے آج بھی کھلے ہیں اور قیامت تک کھلے رہیں گے۔ اور جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلے گا، آپ کے اسوہ کو اپنائے گا وہ خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرے گا۔ یہ درست ہے اور اس میں ایک رتی بھی شک کی گنجائش نہیں ہے لیکن جو شخص صرف یہ کہتا ہے کہ میں مسلمان ہو گیا میں احمدی ہو گیا اور اس کے بعد مجھے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں وہ غلط کہتا ہے کیونکہ لفظ شفاعت اپنے لغوی اور اصطلاحی ہر دو معنی میں ہم سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ محمد کا نور تمہارے چہروں پر نظر آنا چاہیئے تب خدا تعالیٰ تم سے پیار کرے گا ورنہ نہیں کرے گا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کرے اور ہمیں ایسی توفیق عطا کرے کہ ہمارے چہروں پر بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی ایک جھلک، خواہ وہ ہلکی سی جھلک ہی کیوں نہ ہو اس کی نگاہیں دیکھیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری کی جھلک ہمارے چہروں پر ہمارے خدا کو نظر نہ آئے اور اس طرح پر اس کے پیار کو ہم حاصل کرنے والے ہوں۔

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)

۞۞۞